بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ضمیمجات بابت پارۂ دوم

بقیہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۳۳

اور یہودیوں کا ایک گروہ جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہوں نے عرض کی کہ اے محمدؐ! یہ قبلہ بیت المقدس جس کی طرف چودہ ۱۴ برس آپ نے نماز پڑھی اور اب آپ اُسے چھوڑ بیٹھے تو آیا یہ برحق تھا؟ اور اب آپ اُس کو چھوڑ کر (معاذ اللہ) باطل کی طرف ہو گئے۔ اس لئے کہ حق کے جو کچھ مخالف ہو وہی باطل ہے یا (معاذ اللہ) وہ قبلہ ہی باطل تھا جسکی طرف اتنی مدت تک آپ نماز پڑھتے رہے تو اس کا کیا اطمینان ہے کہ اب باطل پر نہیں ہیں؟ جناب رسولِ خدا نے جواب میں فرمایا کہ وہ بھی حق تھا اور یہ بھی حق ہے۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے قُلۡ لِّلّٰہِ الۡمَشۡرِقُ وَالۡمَغۡرِبُ یَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۝ (دیکھو صفحہ ۳۳ سطر ۲) اے بندگانِ خدا جب اُس نے تمہاری بہتری اس میں سمجھی کہ تمہارے مُنہ مشرق کی طرف رہیں تو تم کو اس کا حکم دیدیا اور جب تمہاری بہتری اس میں جانی کہ تمہارے رُخ مغرب کی طرف رہیں تو تمکو اُسکا حکم دیدیا پس اللہ تعالیٰ جو تدبیریں اپنے بندوں کیلئے کرتا ہے اور جن جن امور میں اُنکی مصلحتیں سمجھتا ہے تم کو اُس میں چون وچرا کرنیکا حکم نہیں ہے پھر آنحضرتؐ نے اُن سے فرمایا کہ تم لوگ سبت کے دن کام چھوڑ دیتے ہو پھر اُسکے بعد اور دنوں میں وہ سارے کام کرتے ہو پھر سبت کے دن اُن کاموں کو چھوڑ دیتے ہو پھر اُسکے بعد سب کام کرتے ہو تو آیا تم حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو یا باطل کو چھوڑ کر باطل کی طرف جاتے ہو یا حق کو چھوڑ کر حق کی طرف آتے ہو۔ اب جو جی چاہے جواب میں کہو وہی محمدؐ (مصطفےٰ) کا قول اور اُن کا بھی جواب تمہارے لئے ہوگا۔ یہودی کہنے لگے کہ سبت کے دن کا کام چھوڑنا بھی حق ہے اور اُس کے بعد کام کرنا بھی حق ہے۔ جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ بس اسی طرح بیت المقدس کا قبلہ ہونا بھی اپنے وقت میں حق تھا اور کعبہ کا قبلہ ہونا بھی اپنی جگہ برحق ہے۔ اب وہ کہنے لگے کہ اے محمدؐ! جیسا تمہارے خیال کے بموجب تمہارے خدا تعالےٰ نے تم کو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا تو جب اُسے بدل کر کعبہ کی طرف نماز کا حکم دے دیا تو کیا خدا کو بداء واقع ہوا؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس میں خدا کو کوئی بداء واقع نہیں ہوا اس لئے کہ جو کاموں کے انجام کا جاننے والا ہو وہ اپنی ذات میں کوئی غلطی نہیں پکڑ سکتا اور نہ پہلے کے خلاف کوئی رائے قائم کیا کرتا ہے اُس کی شان اس سے کہیں زیادہ رفیع ہے نہ اُس کے لئے کوئی ایسا مانع ہو سکتا ہے جو اس کے مقصود و مراد سے اُس کو روکے اور نہ ایسے اوصاف والے کے لئے بداء واقع ہو سکتا ہے اُس کی شان تو اس سے کہیں زیادہ بلند ہے کہ اُس سے کسی غلطی کے واقع ہونے کا احتمال ہو سکے۔ پھر جناب رسولِ خدا نے فرمایا کہ اے یہودیو! ذرا مجھے یہ تو بتاؤ کہ خدا تعالےٰ کسی کو بیمار بنا دیتا ہے اور

اُسی کو تندرست کر دیتا ہے اور کسی کو تندرست کرتا ہے اور پھر اُسی کو بیمار بنا دیتا ہے آیا اس میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں تو فرمایا بس اسی طرح اُس نے اپنے نبی محمد مصطفےٰ کو حکم دیا کہ کعبہ کی طرف نماز پڑھا کریں۔ بعد اس کے کہ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کا حکم دے چکا تھا پس اُس کے پہلے حکم میں کوئی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ آیا ایسا نہیں ہوتا کہ وہ گرمی کے بعد جاڑا لے آتا ہے اور جاڑے کے بعد گرمی۔ کیا ان میں سے ہر موسم کے لانے میں اُس کو بداء واقع ہوتا ہے؟ اُنہوں نے کہا نہیں! فرمایا بس اسی طرح قبلہ کی تبدیلی میں بھی بداء واقع نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ اُس نے جاڑے میں تم پر یہ واجب نہیں کیا ہے کہ موٹے کپڑے پہنکر سردی سے اپنے آپ کو محفوظ رکھو اور گرمی میں اپنے آپ کو حرارت سے بچایا کرو۔ آیا گرمی میں اُسے بداء واقع ہو جاتا ہے کہ تم کو اُس حکم کے خلاف حکم دینے لگتا ہے جو حکم وہ جاڑے میں دے چکا تھا؟ اُنہوں نے عرض کی کہ نہیں! فرمایا بس اسی طرح وہ تمہاری صلاح کے بموجب تم کو ایک حکم دیتا ہے اور دوسرے وقت میں دوسری صلاح کے بموجب دوسرا حکم دیتا ہے اگر تم دونوں حالتوں میں خدا کی اطاعت کروگے تو ضرور تم خدا کے ثواب کے مستحق ہوگے۔ اسی کے بارے میں خدا نے یہ آیت نازل کی ہے لِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (دیکھو صفحہ ۲۷ سطر ۷) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اُس کے حکم کی بجا آوری کی طرف توجہ کی ہے تو جو رضا حاصل کرنا تمہارا مقصود ہے اور جو ثواب ملنے کی تمہیں اُمید ہے وہ تو ایسی ہی توجہ سے میسّر ہوگی پھر جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے بندگانِ خدا تم لوگ مثل مریض کے ہو اور اللہ تمام عالم کا پروردگار مثل طبیب کے ہے اور مریض کی خیر و صلاح اُسی میں ہے جو کچھ طبیب اُس کو بتلائے۔ اور اُس کے لئے تجویز کرے نہ اُس میں جس کو مریض کا دل چاہے اور مریض اُس کی فرمائش کرے آگاہ ہو کہ تم کو خدا کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیئے کہ اُسی سے تم کامیاب ہوگے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۵ متعلق صفحہ ۳۶

قول مترجم: اِس آیت کے تمام الفاظ سے عام امتحان کا حتمی وعدہ ظاہر بظاہر صاف صاف معلوم ہوتا ہے اور خاص بندوں کے خاص امتحان کا خاص اشارہ اس خاص شان سے موجود ہے کہ وعدۂ امتحان نون ثقیلہ کے ساتھ کیا گیا ہے جو چودہ[۱۴] صیغوں پر داخل ہوتا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ چودہ[۱۴] بندوں کا امتحان خاص ہوگا۔ یہ ذکر تو چہاردہ[۱۴] معصومین علیہم السّلام کے امتحان کا تھا۔ اب خاص مؤمنین کے خاص امتحان کا ذکر کتاب اکمال الدین میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اِس آیت میں جن آزمائشوں کا ذکر ہے وہ قائم آل محمدؐ کے ظہور کی علامتیں ہیں کہ اُس وقت مؤمنین کا خدا کی طرف سے امتحان ہوگا۔ یہ جو خدائے تعالےٰ نے فرمایا ہے بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ یہ خوف بنی اُمیّہ کے اُن بادشاہوں سے ہوگا جو اُن کے غلبہ کے آخر زمانہ میں ہوں گے اور یہ جو فرمایا وَالْجُوْعِ

یہ اُس زمانے میں نرخ حد سے زیادہ مہنگے ہو جانے سے ہوگا اور یہ جو فرمایا وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ یہ تجارتوں کے خراب ہو جانے سے اور فصلوں کے کم ہو جانے سے ہوگا اور یہ جو فرمایا وَالْاَنْفُسِ یہ طرح طرح کی موت کے واقع ہونے سے ہوگا۔ اور وَالثَّمَرٰتِ جو فرمایا ہے یہ جو کچھ زراعت کرینگے اس میں کمی پیداوار کی وجہ سے ہوگا اور یہ جو فرمایا بَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ یہ خوشخبری اُن لوگوں کو دئے جانے کا حکم ہے جو ان مصیبتوں کے وقت میں قائم آلِ محمدؐ کے خروج کے منتظر ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس آیت کی تاویل ہے اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ ۘ (دیکھو صفحہ ۱۷ سطر ۸)

ضمیمہ نوٹ نمبر ۲ متعلق صفحہ ۳۶

(قول مترجم) مناسکِ حج میں یہ بھی داخل ہے کہ صفا و مروہ کے درمیان ھَرْوَلَہ کرکے دوڑے۔ حج کے تمام احکام معلوم کرنے کے لئے تحفۃ المقبول کتاب الحج ملاحظہ کیجئے۔ یہاں خصوصیت کے ساتھ اس آیت کی تفصیل کا ذکر کیا جاتا ہے۔ کافی اور تفسیر عیاشی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے کی بابت سوال کیا گیا تھا کہ آیا یہ واجب ہے یا سنّت؟ تو حضرتؑ نے فرمایا کہ واجب ہے۔ اس پر کسی نے عرض کی کہ آیا خدا تعالےٰ یہ نہیں فرماتا کہ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا جس کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ اُس پر کچھ الزام نہیں ہے کہ ان دونوں کے مابین سعی کرے۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ جو مطلب تم سمجھے ہو وہ عمرۂ قضا سے متعلق تھا اور واقعہ اُس کا یہ ہے کہ جناب رسولِ خدا نے مشرکین مکہ سے شرط کرلی تھی کہ آنحضرتؐ کے عمرہ بجالانے کے وقت وہ صفا و مروہ پر سے بتوں کو ہٹالیں گے۔ پس ایک شخص اُن دنوں میں اور کاموں میں مشغول رہا اور سعی نہ بجالایا۔ دن ختم ہوگئے بت پھر اپنی جگہ لوٹائے گئے لوگوں نے آکر عرض کی کہ فلاں شخص نے صفا و مروہ کے مابین سعی نہیں کی اور سب بت اپنی جگہ لوٹادیئے گئے ہیں اس پر خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ پس اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ پہاڑ تو درحقیقت خدا کی نشانیوں میں داخل ہیں فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ۭ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ جب وہ اپنے قضا شدہ مناسک ادا کرے تو گو اُن پہاڑوں پر بت بھی رکھے ہوں۔ لیکن چونکہ اس کی نیت میں تعمیل حکم خدا ہے اس لئے (ایسی حالت میں بھی سعی کرنے کے باعث اُس پر) کوئی الزام نہیں اور تفسیر قمی میں ہے کہ قریش نے اپنے بت صفا و مروہ کے مابین قائم کرلئے تھے اور جب سعی کرتے تو اُن کو بھی چھولیا کرتے تھے۔ جب غزوۂ حدیبیہ میں جناب رسولِ خدا سے صلح قرار پائی اور اُس وقت آنحضرتؐ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا تو یہ شرط کرلی تھی کہ سال آئندہ بیت اللہ کو آنحضرتؐ کے لئے خالی کردیں گے تاکہ آپ تین دن عمرہ بجالائیں اور پھر وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ سنہ ہجری میں جب آنحضرتؐ عمرہ بجالانے کے لئے داخلِ مکہ ہوئے تو

قریش سے فرمایا کہ اپنے بتوں کو صفا و مروہ کے درمیان سے ہٹا لو تاکہ میں سعی کروں چنانچہ اُنہوں نے اُن کو ہٹا لیا الی آخر الحدیث۔ کافی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مسلمان یہ گمان کیا کرتے تھے کہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا مشرکین کا فعل ہے۔ لہذا خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ نیز اُنہی حضرتؑ سے یہ بھی منقول ہے کہ صفا و مروہ کے مابین دوڑنا خدائے تعالےٰ نے گردن کشوں کی کسرِ شان کے لئے قرار دیا ہے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۴ متعلق صفحہ ۴۹

کافی اور تفسیر عیاشی میں جناب امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ (اُوپر والی آیت میں جن اشخاص کا ذکر ہے اور جن کی تفصیل ہم نوٹ نمبر ۳ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں) وہ اپنے ظلم اور اپنی بدیوں سے زراعت کو بھی برباد کریں گے۔ اور مخلوق خدا کو بھی صاحبِ تفسیر صافی فرماتے ہیں کہ ان کے ظلم کی شومی سے خدا تعالےٰ بارش کو روک لیگا جس سے مخلوقِ خدا بھی ضائع ہو گی اور کھیتی باڑی بھی برباد ہو گی اور ظلم کے ایسے ہی اور نتیجے بھی نکلیں گے۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۱ متعلق صفحہ ۵۰

اہل سنت کے امام ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور ابنِ عقبہ نے اپنی کتاب ملحمہ میں اور ابو السعادات نے اپنی کتاب فضائل العشرہ میں اور امام غزالی نے اپنی کتاب الاحیاء میں اپنی اپنی روایتوں سے ابو الیقظان سے اور ہمارے علماء اثنا عشری کے گروہ نے مثل علامہ ابن بابویہ القمی اور ابن شاذان اور کلینی اور طوسی اور ابنِ عقدہ اور برقی اور ابنِ فیاض اور عبدکی اور صفوانی اور ثقفی نے اپنی اپنی سندوں سے ابنِ عباس سے ابی رافع سے اور ہند ابن ابی حالہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے جبرئیلؑ و میکائیلؑ کو وحی فرمائی کہ میں نے تم دونوں کو بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ اور ایک کی عمر دُوسرے سے زیادہ قرار دی ہے۔ پس تم دونوں میں سے کونسا ایسا ہے جو اپنے بھائی کی خاطر موت کو قبول کرے اور اُس کی زندگی کا طالب ہو۔ دونوں میں سے ہر ایک نے موت کو نا پسند کیا (اور اپنے بھائی کی خاطر جان دینا نہ چاہا) اس پر خدا تعالےٰ نے اُن دونوں کی طرف وحی فرمائی کہ تم میرے ولی علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مانند کیوں نہیں بنتے کہ میں نے اُس میں اور اپنے نبی محمد مصطفےٰؐ میں مواخات قرار دی ہے تو علیؑ مرتضےٰ نے محمدؐ مصطفےٰ کی جان بچانے کی خاطر اپنی جان خطرہ میں جھونک دی ہے اور اس کے بچھونے پر بجائے اُس کے جان دیدینے کے لئے اس وقت لیٹا ہے اور سو رہا ہے۔ تم دونوں اسی وقت زمین پر جاؤ اور اُس کے دشمنوں سے اُس کی حفاظت کرو۔ پس جبرئیلؑ اتر کر اُن حضرتؑ کے سرہانے بیٹھے اور میکائیلؑ پائے مبارک کے قریب پائنتی بیٹھے اور جبرئیلؑ یہ کہنے لگے کہ اے فرزند ابو طالب مبارک ہو! مبارک ہو! آپ کا مثل و مانند کون ہو سکتا ہے کہ آپ کی وجہ سے خدا تعالےٰ

فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ اسی کے بارے میں خدائے تعالےٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ الخ تفسیر برہان میں المجالس کی روایت سے منقول ہے۔ حضرت ابوذرؓ غفاری راوی ہیں کہ ابن الخطاب کے مقرر کئے ہوئے شورے کے بموجب جب جناب امیر علیہ السلام اور عثمان اور طلحہ و زبیر اور عبدالرحمن ابن عوف و سعد ابن ابی وقاص ایک مکان میں داخل ہوئے اور دروازہ اُس کا بند کردیا گیا اور امر خلافت میں باہم مشورہ کرنے لگے تو چونکہ اُس نے تین دن کی مدت مقرر کردی تھی اور یہ قرار دیدیا تھا کہ پانچ ایک بات پر متفق ہوجائیں اور ایک رائے سے علیحدہ رہے تو اُسے قتل کردینا اور چار متفق ہو جائیں اور دو الگ رہیں تو اُن دو کو قتل کردینا مگر جب سب ایک رائے پر متفق ہوئے تو جناب علیؑ ابن ابیطالب نے اُن سے فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ تم سن لو اگر وہ حق ہو تو اُسے قبول کرنا۔ اور باطل ہو تو اُس کا انکار کردینا۔ سب نے کہا فرمایئے تو حضرتؑ نے اپنے فضائل بیان کرنا شروع کئے اور وہ سب کے سب قبول کرتے جاتے تھے۔ اُس وقت جناب امیرؑ نے منجملہ اور فضائل کے یہ بھی فرمایا کہ آیا تم میں کوئی شخص ایسا ہے جس کے بارے میں آیت وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ الخ نازل ہوئی ہو اور آیا میرے سوا کوئی اور تھا جو شب ہجرت جناب رسول خدا کے بچانے کے لئے اُنکے فرش خواب پر سویا ہو۔ اُن پانچوں نے اقرار کیا کہ آپ کے سوا کوئی اور نہ تھا اور یہ آیت آپ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے

قولِ مترجم۔ اہلسنت کی نو کتب احادیث میں اور اہل تشیع کی گیارہ کتب میں معتمد اور معتبر راویوں سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہ آیت جناب امیرالمومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مگر تعصب کا خدا مُنھ کالا کرے کہ متاخرین میں ایسے بے حیا بھی پیدا ہوئے جو اس حدیث کے بارے میں شکوک پیدا کرتے ہیں اور علیؑ مرتضےٰ کی کوئی فضیلت سُننا پسند نہیں کرسکتے۔ بلکہ حضرتؑ کے ذکر سے انگاروں پر لوٹ جاتے ہیں۔

ضمیمہ نوٹ نمبر ۳ متعلق صفحہ ۶۱

کافی میں جناب امام جعفر صادق اور جناب امام محمد باقر علیہما السلام سے منقول ہے کہ یہ لوگ شام کے شہروں میں سے ایک شہر کے رہنے والے تھے اور ان کے ستر ہزار گھر تھے جن میں طاعون ہر موسم میں واقع ہوتا رہتا تھا پس جب اُسے آتا معلوم کرتے اُس شہر کے دولتمند تو بوجہ اپنی قوت کے شہر کے باہر چلے جاتے اور مفلس بوجہ اپنے افلاس و کمزوری کے شہر میں رہتے اور جو لوگ شہر میں رہتے اُن میں موت زیادہ تر واقع ہوتی اور جو شہر سے نکل جاتے اُن میں کم واقع ہوتی پس نکل جانے والے یہ کہا کرتے کہ اگر ہم شہر میں رہے ہوتے تو ہم میں بھی زیادہ مری پھیل جاتی اور جو رہ جانے والے ہوتے وہ یہ کہا کرتے کہ اگر ہم نکل گئے ہوتے تو ہم میں سے ضرور کم مرتے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ پر اُن سب نے باہم اتفاق کرکے یہ رائے طے کرلی کہ اب جب طاعون واقع ہو اور مرض محسوس ہو تو ہم سب شہر سے نکل جائینگے

چنانچہ جب طاعون محسوس ہوا تو وہ سب نکل گئے اور موت کے ڈر سے طاعون سے بچنے کے لئے کسی طرف کو چل دیئے پھر جہاں تک خدا کو منظور تھا وہ شہر بشہر سفر کرتے چلے گئے یہاں تک کہ ایک اجڑی ہوئی بستی کے پاس گزرے جس کے باشندے کچھ تو اس سے نکل گئے تھے اور بقیہ کو طاعون نے فنا کر دیا تھا پس یہ لوگ اس میں جا اترے۔ پس جب اپنے اپنے اسباب ٹھکانے لگا چکے اور مطمئن ہو گئے تو خدائے تعالے نے اُن کو حکم دیا کہ تم سب مر جاؤ چنانچہ وہ اُسی ساعت میں سب مر گئے اور خاک ہو گئے جو سڑکتی تھی اور یہ شاہراہ پر مرے پڑے تھے۔ پس آنے جانے والوں نے اُن کو سمیٹ کر ایک جگہ جمع کر دیا اور وہاں انبیاء بنی اسرائیل میں سے حزقیل نامی ایک نبی کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہ ہڈیاں دیکھیں تو بہت روئے اور عرض کی کہ اے پروردگار اگر تو چاہے تو ایک ہی ساعت میں ان کو زندہ بھی کر سکتا ہے۔ جیسے کہ تو نے ان کو موت دے دی کہ یہ تیرے شہروں کو آباد کریں گے اور تیرے بندے ان سے پیدا ہوں گے اور یہ جو دوبارہ زندگی پائیں گے نئے پیدا ہونے والوں کے ساتھ مل کر تیری عبادت کیا کریں گے خدائے تعالے نے بذریعہ وحی اُن سے دریافت کیا کہ آیا تمہیں یہ بات پسند ہے کہ ہم ان کو زندہ کر دیں؟ انہوں نے عرض کی کہ پروردگارا ضرور۔ چنانچہ خدائے تعالے نے اُن سب کو زندہ کر دیا اور صورت اس کی یہ ہوئی کہ اُن نبی کو وحی فرمائی کہ تم فلاں فلاں الفاظ اپنی زبان پر جاری کرو انہوں نے حکم کے مطابق وہ الفاظ جاری کئے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ الفاظ اسم اعظم تھے جیسے ہی حضرت حزقیل نے وہ الفاظ ادا کئے دیکھا کہ وہ ہڈیاں دوڑ دوڑ کر ایک دوسرے سے مناسب و موزوں مقامات پر مل گئیں اور وہ سب لوگ زندہ ہو کر لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے اور خدائے تعالے کی تسبیح و تکبیر و تہلیل کرتے اُس وقت حضرت حزقیل نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ ہر چیز پر (پوری پوری) قدرت رکھنے والا ہے۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ قصہ بیان کرکے ارشاد فرمایا کہ انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔

العوالی میں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک حدیث مذکور ہے جس میں اہل فارس کی عید نوروز کا ذکر کیا گیا ہے اُس میں حضرتؑ نے فرمایا کہ انبیاء بنی اسرائیل میں سے ایک نبی نے اپنے پروردگار سے یہ عرض کی تھی کہ اُن لوگوں کو زندہ کر دے جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے نکل گئے تھے اور پھر تو نے اُن کو بھی موت دی تھی۔ اللہ تعالے نے اُن نبی کو وحی فرمائی کہ تم اُن کی قبروں پر پانی چھڑک دو۔ چنانچہ انہوں نے اس نوروز کے دن اُن پر پانی چھڑکا تھا اور وہ زندہ ہو گئے تھے۔ اور وہ تعداد میں تیس ہزار تھے۔ یہیں سے نوروز کے دن پانی چھڑکنا قدیم زمانہ کی سُنت ثابت ہے۔ سوائے راسخون فی العلم کے اور کوئی اس کا سبب نہیں جانتا۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے انہی لوگوں کے بارے میں سوال کیا

گیا تھا جن کو خدا نے حکم دیا کہ مرجاؤ اور پھر اُن کو زندہ کیا تھا یہاں تک کہ لوگوں نے اُن کو زندہ دیکھا تھا۔ تو آیا پھر اُن کو موت دے دی تھی یا اُنہیں دنیا میں رہنے کی مہلت دی تھی کہ وہ مکانوں میں آباد ہوئے ہوں اور کھانا کھاتے ہوں؟ فرمایا موت نہیں دی تھی بلکہ اُن کو دنیا میں بھیج دیا تھا کہ وہ مکانوں میں بھی رہے اور اُنہوں نے کھانے بھی کھائے اور عورتوں سے مباشرت بھی کی۔
اور جتنی مدت خدا کو منظور تھا دنیا میں رہے بھی پھر اپنی موت سے (مختلف اوقات میں) مر بھی گئے۔

تمام شد

ضمیمجات

پارۂ دوم